قصیدہ درمدح امیر المومنین سید الوصیین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ

علامہ سید کلب احمد مانیؔ جائسی

وہ غیب ہو کہ شہود ایک سازمانا تھا
ہے آج دار فنا، کل عدم ٹھکانا تھا

جب ایک قید سے چھوڑا تو دوسری بخشی
وفائے عشق کو اس طرح آزمانا تھا

کسی کو حکم سے کب تھی مجالِ سرتابی
ہمیں تو ان کے اشاروں پہ سر جھکانا تھا

مدام تابع ایمائے دوست کوچ و مقام
رہِ رضا میں یونہی اپنا آنا جانا تھا

تھا درمیان میں اک بے نیازیوں کا حجاب
کسی ادا کو بھی ہم نے کبھی نہ جانا تھا

نہ صبر ہی پہ عموماً تھی رحم کی بنیاد
نہ شکر ہی کرم خاص کا بہانا تھا

ہزار مصلحتیں بات بات میں ہوں گی
سوال ہی کسے توجیہہ کا اٹھانا تھا

سمجھ میں آئی فقط ایک بات سیدھی سی
یہ سب قضا و قدر ہی کا شاخسانا تھا

نصیب دل تھا تڑپنا، سو وہ تڑپتا ہے
نصیب زیست اجل تھی، سو اس کو آنا تھا

ملالِ نکبتِ ماضی کو بھولنا تھا لکھا
سرورِ حال مقدر میں تھا سو پانا تھا

بتانِ کعبہ کی قسمت میں سرنگونی تھی
جدار کعبہ کی قسمت میں مسکرانا تھا

علیؑ کا جلوۂ اول نصیب خانۂ رب
وہ گھر کہ جس کی طرف خلق کو جھکانا تھا

بنایا حق نے جو کعبے کو مولدِ حیدرؑ
شرف خلیل کی تعمیر کا بڑھانا تھا

نئی ہے جائے ولادت نئی فضا مانیؔ
تمہیں بھی مطلع نو آج تو سنانا تھا

جہاں وصی نبیؐ تیرا کفش خانا تھا
وہیں تو بلبل سدرہ کا آشیانا تھا

نصیب حج کی سعادت بھی ہو گئی ورنہ
ہمیں تو مولدِ حیدرؑ میں سر جھکانا تھا

علی شہہِ دو جہاں اہل فقر کے مونس
ترا زمانہ مساوات کا زمانا تھا

پھٹے لباس میں وہ شوکت شہنشاہی
تری جلالتِ تقویٰ کا کیا ٹھکانا تھا

جزا سزا عملِ نیک و بد کی عدل کے ساتھ
سکھایا شاہ نے راعی کو جو سکھانا تھا

زبان لال ہے وصفِ وصی احمدؐ میں
جو کچھ کہا طلبِ رحم کا بہانا تھا

نہیں ہے فردِ معاصی حریفِ خامہ عدل
کہ میرا ہر عمل زیست مجرمانا تھا

اس آستاں کو مگر چھوڑ کر کہاں جاؤں
یہی پناہ کے ملنے کا اک ٹھکانا تھا

امید یک نگہہ لطف میں ہوں اے مانیؔ
مجھے تو اپنے مقدر کو آزمانا تھا